زمیں زاد
شاعری
عُمر فرحت

زمیں زاد

عمر فرحت

زمیں زاد

عمر فرحت

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

ZAMEEN ZAAD
by: Umar Farhat
Year of Edition 2019
ISBN 978-81-941633-4-3
₹ 400/-

نام کتاب	:	زمیں زاد
شاعر	:	عمر فرحت
اشاعت اوّل	:	۲۰۱۹ء
قیمت	:	۴۰۰ روپے
صفحات	:	۱۲۵
مشینی خطاط	:	علی زیرک (پاکستانی شاعر)
سرورق	:	علی زیرک (پاکستانی شاعر)
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔٦
زیرِاہتمام	:	تفہیم پبلی کیشنز، راجوری

Published by
EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
H.o. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)
B.o. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 45678285, 45678286, 23216162, 23214465, Fax : 0091-11-23211540
E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com
website: www.ephbooks.com

والدین

کے

نام

ادب خلا میں پیدا نہیں ہوتا۔ شاعر لاکھ کہے کہ 'آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں'
لیکن اگر پہلے سے تحریر کا وجود نہ ہو تو کوئی کتنا زور مارے کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہو سکتی
ہے کہ شاعری دراصل وجدانی اور لاشعوری عمل ہے۔ جو کچھ شاعر کے ذہن میں آتا ہے وہ خیال یا معنی کی
ایک دھندلی جھلک ہوتا ہے۔ جو چیز اس کو موجود یا متن بناتی ہے وہ زبان ہے۔ اگر زبان نہ ہو تو تحریر کیسے
لکھی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں اگلوں نے جو کچھ لکھا ہے ہر متن اس پر اضافہ ہے۔ شاعر جس زماں
یا جس ادبی روایت میں پلا بڑھا ہے یا جن کے اثرات کے تحت اس کا ذہن و شعور مرتب ہوا ہے، وہ لکھے
گا اسی ادبی روایت کے اندر۔ کوئی فن پارہ اپنے ثقافتی نظام سے باہر آج تک لکھا گیا ہے نہ لکھا جا سکتا
ہے۔ عمر فرحت بھی اسی قبیل کے شاعر ہیں۔ استعارہ اور ایمائیت ان کا بنیادی وصف ہے۔ وہ ہر مضمون کو
ایک نیا تخلیقی سفر بنانے کی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا ذہن اور تخیل خوب سے خوب تر کی
طرف گامزن رہتا ہے۔ عمر فرحت کی غزلوں میں ایک نیا شعری آہنگ بھی رواں دواں رہتا ہے اور اپنی
معنویت کو آشکار کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ تخلیقی سطح پر اس کی تفہیم و تعبیر سے یہ نمایاں بھی ہے۔ عمر فرحت
اپنے منفرد آہنگ سے ایک خاص ذائقہ کا احساس کرواتے ہیں کیونکہ ان کی زیادہ تر شاعری معنی جوئی کی
سعی سے عبارت ہے۔ اردو کا پودا بھی کیا خوب پودا ہے کہ راجوری ہو یا پہاڑیاں، وادیاں ہوں یا دشت و
بیاباں، اردو ہر فضا اور ہر ماحول میں پھلتی پھولتی رہتی ہے، وہ عمر فرحت جیسے تازہ کار شاعروں کی کوشش
اور محبت سے ظاہر ہے۔ میں ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

گوپی چند نارنگ

عمر فرحت ایک محنتی اور نیا وژن رکھنے والا شاعر ہے۔اس کی شاعری میں غم جاں اور غم دوراں کا ایسا حسین امتزاج ہے کہ ذات اور عصر پرت در پرت معنوی تاثیر کے حامل ہیں۔اس کا محبوب شخصی بھی ہے اور ذات سے نکل کر افق پر پھیلتی روشنی جیسا بھی۔ منظری حسن کے ساتھ ساتھ دُکھ سُکھ کے چھوٹے چھوٹے لمحے، جنہیں ایک لڑی میں پرو کر ہار بناتا چلا جاتا ہے۔افق در افق پھیلی سیاہی اور روشنائی کے یہ چھوٹے چھوٹے دائرے، سوچ بچار کے نئے دروازے وا کرتے چلے جاتے ہیں۔ چھوٹی بحر میں بڑے روشن دائرے بنانا اس کی فنی پختگی کی دلیل ہے۔ چھوٹی بحر میں اتنی عمدہ پیکر تراشی کہ جذبے محوخرام نظر آئیں، بڑا کمال ہے۔ عمر فرحت اپنے عصر سے نکلتے ہوئے، آنے والے زمانوں کی بشارت دیتا، ایسا شاعر ہے، جو اپنی پہچان رکھتا ہے۔ چھوٹی بحر میں یہ گداز اور دبازت اس کے روشن مستقبل کی گواہی ہے۔

رشید امجد (راولپنڈی)

عمر فرحت کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ مشکل پسند نہیں ہیں۔ ان کی غزلیں سادگی سے مملو ہیں۔ وہ ہر مضمون کو نہایت سلاست سے نظم کرتے ہیں جو اپنے آپ میں محبت آمیز رویہ کی نمائندہ ہے۔ ان کی غزلوں کا پسندیدہ رویہ اس کی اہمیت کے قائل نظر آتا ہے اور ان کے انفرادی قوت کا مظہر بھی۔ شعر میں اعتدال ایک بڑی خوبی کا اشاریہ ہے اور اسے عمر فرحت نے اپنے شعروں میں بڑی حد تک برتا ہے۔ ان کی ہلکی پھلکی زبان اپنے میں عمومیت کو برقرار رکھنے پر قادر ہے۔ کیونکہ ان کی غزلیں ایک بالکل نئی فضا میں سانس لیتی نظر آتی ہیں۔ یہ شاید اس واسطے بھی ضروری ہوا ہے کہ ان کی روح عصری جمالیاتی حسن سے روشن ہے۔ عمر فرحت کا شعر صرف مقولہ نہیں ہے بلکہ ان کے موضوعات جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے اپنے شاعرانہ تغیر کے حامل ہیں۔ آخر میں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ غزل عمر فرحت کی سرشت میں داخل ہے اور یہ کوئی کم ذکر رتوعہ نہیں ہے کیونکہ ان کے پڑھنے والوں کی توجہ میں اس سے ذرا سا بھی کمی کا احساس نہیں ہوتا۔

کرشن کمار طور

ہر طرح گرد گرد ہونا تھا
مجھ کو صحرا نورد ہونا تھا

خود کو رکھنا تھا ہر طرح موجود
سارے جسموں کو زرد ہونا تھا

جھڑ گئے پتے سب چناروں کے
کتنا موسم کو سرد ہونا تھا

مجھ کو رکھنی تھی کچھ انا توقیر
مجھ کو اپنے میں فرد ہونا تھا

جس قبیلے کو موت لازم تھی
مجھ کو اس کا ہی فرد ہونا تھا

پیلے ہونٹوں کو چھو گیا فرحت
پھول جو لاجورد ہونا تھا

ایک دھواں سا باندھا ہوا ہے
خواب سا تکیے پر سویا ہے

لفظ سراپا ہے پردے میں
یا پھر نظموں کا دھندا ہے

کہیں نہ مجھ کو ڈھونڈ رہے ہوں
ہر منظر اب کھٹک رہا ہے

ہاتھ سے چھو کر دیکھو آنکھیں
جیسے دریا رکا ہوا ہے

فرحت ڈوب گیا سورج اب
گھر جا تُو کیا سوچ رہا ہے

ﮩﮨ

سیہ چادر میں لپٹا ہے
فلک سے چاند اُترا ہے

ندی میں ڈوبتا سورج
کئی دن سے پگھلتا ہے

تمہاری ذات کی چھت پر
کوئی رسی سے لٹکا ہے

جگاؤ مت اسے فرحت
یہ الو شب کا جاگا ہے

آسماں سے اُترتا ہوا
ایک تارہ بجھایا ہوا

آج بھی رات کی رانی کے
تن سے ہے ناگ لپٹا ہوا

ایک پتا کسی شاخ سے
ٹوٹ کر آج تنہا ہوا

کاغذی تن ہے اس کا مگر
دھوپ میں کب سے جھلسا ہوا

پہلا اکھشر ترے نام کا
روشنی سے ہے لکھا ہوا

8003

جو میں سنتا ہوں صدا کچھ بھی نہیں
اب یہاں میرے سوا کچھ بھی نہیں

کون ہوتا ہے یہاں سب سے پرے
کون کہتا ہے خدا کچھ بھی نہیں

سوچنا ہو تو کٹھن ہے ترا خواب
مانگنی ہو تو دعا کچھ بھی نہیں

مرے اندر ہے بہت ٹوٹا ہوا
کہنے کو یوں تو ہوا کچھ بھی نہیں

فرق پڑتا ہے عمر فرحت کیا
اب بھلا ہو کہ بُرا ، کچھ بھی نہیں

ایک تماشا اپنے اندر
کیا ہے دنیا اپنے اندر

دونوں کو دفنا چکا ہوں میں
زندہ مردہ اپنے اندر

سورج بھی لے کر چلتا ہے
گھور اندھیرا اپنے اندر

کچھ آوازیں بھی رکھتا ہے
یہ سناٹا اپنے اندر

☙☙

عکس ایسا ہے اب مرا مجھ میں
جھوٹ بولے ہے آئنہ مجھ میں

اک نظر مجھ سے کیا ہوئی واقف
اک شجر درد کا اگا مجھ میں

اس نے کیا آنکھ بھر کے دیکھا مجھے
جیسے سب کچھ بدل گیا مجھ میں

اس کی دیدہ وری کو کچھ نہ کہو
کام اس نے بھی کچھ کیا مجھ میں

بس اک امّید اس کے آنے کی
اور کچھ نہیں ہرا بھرا مجھ میں

ജ്ഞ

خود میں مبتلا ہو جا
اک سے جابجا ہو جا

دیکھیں دیکھنے والے
پل میں بس ہوا ہو جا

عکس اک طرف رکھ دے
اور آئنہ ہو جا

زندگی کو پھر سے دیکھ
اک سے دوسرا ہو جا

کر دے یاس کو روشن
اور قہقہہ ہو جا
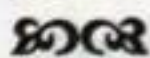
کون اندر میں تھا کون باہر میں تھا
یہ تماشا فقط ایک منظر میں تھا

یہ پرندے تواتر سے کب اڑ سکے
آسماں کب ہمارے برابر میں تھا

ساری دنیا کی آنکھیں ہی چندھیا گئیں
کوئی سورج کہیں تیرے پیکر میں تھا

میں ہی موجود اگر تھا نہیں اس جگہ
تو بھلا کون تھا جو مرے گھر میں تھا

ذہن میں کون سی شکل محفوظ تھی
کون سا آئنہ دل کے پتھر میں تھا

شکل جس کی مری شکل سے ملتی تھی
ایک ایسا بھی غدار لشکر میں تھا

☙❧

میں نے اس کو دیکھا ہے
وہ اک چاند کا ٹکڑا ہے

کتنی آنکھوں کی ہے ٹھنڈک
یہ جو میرا گرتا ہے

ایسے نبھاتا ہے یاری
زخم پہ نون چھڑکتا ہے

ان کی شکل نظر آئی
یہ موسم کچھ اچھا ہے

دل کے سمندر میں فرحت
ایک جزیرہ اُبھرا ہے

خود کو ایسے یہاں جواں رکھا
اک سلگتا ہوا دھواں رکھا

اپنے جذبوں کو اس طرح پرکھا
ہر یقیں پر ترا گماں رکھا

جس جگہ ہونا تھا ہوئے مٹی
جس جگہ رکھنا تھا نشاں رکھا

خود کو ہم نے سمجھ لیا اک دن
سر پہ ہم نے بھی آسماں رکھا

موڑ اک دے دیا کہانی کو
ہم نے رکھنے کو دل کہاں رکھا

ﷺ

کیا خبر کس طرف ہوا جائے
ابھی خیموں میں ہی رکا جائے

ان گلابی لبوں کی شبنم سے
زرد ہونٹوں کو چھو لیا جائے

پیاس جب چیرنے لگے حلقوم
کربلا ، کربلا کہا جائے

زرد سورج نے دھند اوڑھ لی ہے
چاند کو بھی سلا دیا جائے

ہڈیوں کے غبار پر فرحت
خشک انگلی سے کچھ لکھا جائے

𝔐𝔒𝔏

ذکر اس سے بھی کر کے دیکھا ہے
وہ بھی میری طرح اکیلا ہے

موجزن جو مری رگوں میں ہے
اس کو کچھ اور طرح ہی سوچا ہے

دن گزرتے ہیں جیسے مرتے ہیں
شعر کہنا تو ایک نوحہ ہے

گھومتے کیوں ہو دل کھنڈر میں تم
کیا کہیں پیچھے کوئی سایا ہے

جی سکوں گا ترے بغیر میں کیا؟
لوٗ نے اس بات کو بھی سوچا ہے

ꕤ

ایک لمحے میں بس بجھا ہوں میں
تیری چوکھٹ کا کیا دیا ہوں میں

ہو رہا ہوں ہر ایک پل نابود
کیسے ہونٹوں کی یہ دعا ہوں میں

مجھ کو احساس ہی نہیں ہوتا
کب نہیں کب خدا ہوں میں

میرے حق میں یہ بات جاتی ہے
مجھ پہ لازم جو تھا ادا ہوں میں

فرض سے اپنے میں نہیں غافل
دیکھ لے موجۂ ہوا ہوں میں

හ෴

تجھ کو تکتا رہتا ہوں
''میں بھی تیرے جیسا ہوں'' ☆

وہ مٹی ہو جاتا ہے
جس کو ہاتھ لگاتا ہوں

میں مٹی کے خوابوں سے
عشق بنا کے بیٹھا ہوں

آپ کو چھاؤں مبارک ہو
میں تو پیڑ اگاتا ہوں

میں کانچ کا چھوٹا سا گھر
کس کے لیے بناتا ہوں

کوئی مجھ سے بات کرے
ہر اک کا منہ تکتا ہوں

تم ہی تم تو ہوتے ہو
جب میں خود میں ہوتا ہوں

آواز تری بن کر میں
کب سے یہاں گونج رہا ہوں

☆ ناصر کاظمی

وہ ہوا رونما اک دن
جو یہاں تھا مرا اک دن

وقت روکے نہیں رکتا
ہم پہ ظاہر ہوا اک دن

دفن ہم نے کیا سب کچھ
ایک پر دوسرا اک دن

عشق میں ایک اُس کے ہم
ہو گئے مبتلا اک دن

آخری بار بس دیکھا
کتنا فرحت ہنسا اک دن
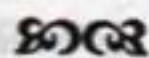
دیوار پھلانگ کے آیا
سورج کا آدھا سایا

ناگن نے پلٹ پلٹ کر
دیر تلک مجھ کو ڈرایا

کوئی اور بھی تھا کھنڈر میں
جس نے وہ چراغ جلایا

کل شب پاگل ہو کر وہ
پھر میرے تن میں سمایا

اس کے تن کی ریت پہ کیا
میں نے کچھ خاکہ بنایا

ജ്ജ

عقل بھی ہے اور جنوں بھی
زندگی یوں بھی ہے یوں بھی

خواب میں بے خوابیِ ہجر
بے سکونی بھی سکوں بھی

کانچ کی اس گل پری کے
ہے فسانے میں فسوں بھی

کہنے والو کچھ تو کہہ دو
یہ مرا حال زبوں بھی

اک لہو ہی اک لہو ہے
ہے بظاہر اندروں بھی

ﷺ

وقت کو اپنا رہا ہوں
کتنا اونچا جا رہا ہوں

یہ مجھے احساس ہے اب
تیری زد میں آ رہا ہوں

تجھ سے کیوں ہر ایک لمحہ
اس قدر کترا رہا ہوں

یہ مجھے کیا ہوگیا ہے
آ رہا ہوں جا رہا ہوں

ہٹ رہا ہوں اک اسی سے
اک اسی کو پا رہا ہوں

ﷺ

ہر طرف کوبکو ہوئے ہم
اس لیے چار سُو ہوئے ہم

کس کو اب دیکھنا ہے ہمیں
کس کی اب جستجو ہوئے ہم

ہم نے پیدا کیا جب اسے
اپنے ہی روبرو ہوئے ہم

اک مٹے ہم یہاں دہر پر
اک تری آرزو ہوئے ہم

یہ بہت ہی عجب ہے تضاد
زخم وہ تھے لہو ہوئے ہم

ﮩﮩ

کہیں موتی کہیں پتھر پڑا ہے
وہ منظر آنکھ سے باہر پڑا ہے

تو کیا ہم بھی کہیں پسپا ہوئے ہیں
ہمارے پیچھے بھی لشکر پڑا ہے

یہ دیکھو راکھ ہے خیمے کی میرے
وہاں پر ادھ جلا بستر پڑا ہے

کوئی آتا نہ جاتا ہے، سو تنہا
کئی برسوں سے یہ چھپر پڑا ہے

صدائیں قیس کی فرحت سنو تم
کہیں صحرا میں وہ بے گھر پڑا ہے

یہ دنیا کس چکر میں کھو جاتی ہے
ہونے والی بات تو بس ہو جاتی ہے

تیرے حق میں میں تنہا رہ جاتا ہوں
ساری دنیا ایک طرف ہو جاتی ہے

اس کی یاد کے جگنو جاگتے رہتے ہیں
میری آنکھ تو پل بھر میں سو جاتی ہے

بہہ جاتا ہے اک اک قطرہ آنسو کا
عمر تو ساری اک بات میں کھو جاتی ہے

خود ہی تماشا بنتا ہوں خود کا فرحت
یہ خاموشی کیا دل میں بو جاتی ہے

ജ്ജ

میں نے ہر طور ہر طریقے سے
اب سجایا ہے گھر طریقے سے

اِدھر آسودہ ہیں شکستہ دل
بیٹھ جاؤ اُدھر طریقے سے

دیکھنا اس گلی میں میرا غبار
بیٹھتا ہے کدھر طریقے سے

اب گزرنا ہی ہے مقدر تو
اس جہاں سے گزر طریقے سے

اس نے ڈالی نظر عمر ایسی
ہم ہوئے معتبر طریقے سے

ဢ

اس کا تھا انتظار کیسا
میں ہوا دل فگار کیسا

عشق ہے اضطراب دائم
چین کیسا قرار کیسا

دیکھنا ہے مجھے بھی اک دن
عشق میں ہے وہ یار کیسا

آسماں سے ہی پوچھنا ہے
راہ میں ہے غبار کیسا

عشق میں لازمی تھا فرحت
نشہ کیسا خمار کیسا

ঌ০৫

فطرتِ رفتگاں رکھ
آگ میں کچھ دھواں رکھ

ٹوٹتے آئنوں کی
دل میں کچھ کرچیاں رکھ

دھوپ میں سر پہ اپنے
اے زمیں آسماں رکھ

اپنی مٹھی میں بھی تو
لختِ جاں لختِ جاں رکھ

کوئی کوشش تو کر لے
پاؤں میں یہ جہاں رکھ

ﷺ

اس نے دیکھا نہیں ہمیں تو یہاں
ہے بڑا سخت یہ عذابِ جاں

تیری دہلیز تک پہنچ کے مرے
ہر کسی کا بھلا نصیب کہاں

ہونی رُکتی نہیں ہے روکے سے
تھامے تھمتا نہیں ہے آبِ رواں

در و دیوار غور سے دیکھو
کیا یہی ہے وہ خاندانی مکاں

تم کو اس کی خبر تو ہوگی عمر
عشق رکھتا ہے ہر طرح کا زیاں

ജ○ഗ

روبرو اس کے یہ جو آئنہ ہے
وہ بھی میری طرح اکیلا ہے

گردنوں تک تو دھنس چکے ہیں لوگ
زندگی ہے کہ کوئی صحرا ہے

اس کو چاہا ہے چاہنے کی طرح
دیکھنے کی طرح ہی دیکھا ہے

اپنا غم ہو کہ ہو زمانے کا
مجھ کو اپنی زباں میں کہنا ہے

ﷺ

وہم ہے یا ہے یقیں کا ٹکڑا
دل کا ٹکڑا ہے نگیں کا ٹکڑا

میری آنکھوں میں ہے صورت اُس کی
یا کسی ماہ جبیں کا ٹکڑا

اس کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں
جو ملا ہم کو کہیں کا ٹکڑا

رکھ دیا ہم نے تری چوکھٹ پر
اک ہی لمحے میں جبیں کا ٹکڑا

تھی بہت جس کی توقع ہم کو
مل بھی جاتا ہے وہیں کا ٹکڑا

ﷺﷺ

اپنی اپنی وحشتوں میں کھو گئے
جب سے ہم اک دوسرے کے ہو گئے

دل میں کچھ اگتا نہیں تیرے سوا
بیج کیسے اس زمیں میں بو گئے

جاگتے ہیں ہم بھی اور یہ رات بھی
یہ جہاں والے تو کب کے سو گئے

بہتا پانی دریا میں مڑتا ہے کب
وہ بھلا آتے کہاں ہیں جو گئے

فیصلہ شاید یہ تھا تقدیر کا
ہم کسی کے تم کسی کے ہو گئے

ꕤꕤ

ہے کوئی اور بھی جہان میں کیا
میں نہیں ہوں ترے گمان میں کیا

تو نے فتراک ساتھ تو رکھا
تیر بھی ہے تری کمان میں کیا

ایک سایا تھا دل میں وہ بھی بجھا
رہ گیا ہے اب اس مکان میں کیا

زیرِ سایہ ہے اور سبھی دنیا
ہم نہیں ہیں تری امان میں کیا

کوئی بھی تجھ سے بات کرتا نہیں
زہر سا ہے تری زبان میں کیا

₰

راکھ سے میری بنا ہوا ہے
دِیا جو تیری چوکھٹ کا ہے

کیا میں اس سے مل سکتا ہوں
اک شخص جو تجھ میں مجھ سا ہے

کچھ لوگوں کو اس دنیا میں
وقت سے پہلے سب ملتا ہے

آگ برسنے لگی ہے پھر سے
کس نے سورج پر تھوکا ہے

دیکھ کتاب میں اب کے فرحت
پھول کسی نے لٹو رکھا ہے

قطرہ قطرہ پگھل رہا ہے
آنکھ سے سورج نکل رہا ہے

ساون انگڑائی لے لے کر
جسم سے تیرے پھسل رہا ہے

تیرے بول کا زہریلا خار
میرے دل سے نکل رہا ہے

وہ چتکبرا زہریلا سانپ
کینچلی پر کیوں پھسل رہا ہے

چاندنی کا وہ پیکر فرحت
دھوپ پُرانی نگل رہا ہے

شب نہیں سحر نہیں
اب ہمارا گھر نہیں

دور تک دھندلکوں میں
تیری رہگور نہیں

ان مسافتوں میں اب
ایک بھی شجر نہیں

وقت سازگار ہے
شاخ پر ثمر نہیں

کس کو منہ دکھائے گا
تجھ میں کچھ ہنر نہیں

ہے لہو کا امتحاں
کچھ اگر مگر نہیں

تم نے دیکھا وہ مکاں
جس کے بام و در نہیں

ဢဢ

یہ مژدہ سنانا
اک پیڑ لگانا

آواز سے میری
آواز ملانا

آسان نہیں ہے
اب ہم کو مٹانا

شاخوں کو رلاتا
ہے پتے جلانا

کچھ ہم سے سننا
کچھ ہم کو سنانا

٭٭٭

چھچھلے پانی سے اُبھرا
سایا سا اک مچھلی کا

دریا نے پاؤں روکے
اور سمندر چلنے لگا

کالے رستوں سے گزرا
کن اُمیدوں کا جنازہ

لالی چھوڑ گیا اپنی
یہ سورج ڈوبتا ہوا

دیوار لہو روتی ہے
کھڑکی کا مردہ آیا

ജ്യ

لہو میرا رگوں میں جل رہا ہے
عجب مجھ میں کوئی کرب و بلا ہے

یہیں سے سر اُٹھائے گا وہ آسیب
یہاں قطرہ لہو کا گر گیا ہے

مرے اندر ابھی موجود ہو تم
مگر میرا کوئی پہلو جُدا ہے

گریباں میں سیہ سورج کو فرحت
چھپا کر رات بھر ٹھنڈا کیا ہے

ﷲ

اگر دنیا کے آگے اک انا ہے
مرے بھی سامنے میرا خدا ہے

ہمیں رکھنا ہے اب اس سے تعلق
یہاں جو کچھ بھی اب اچھا بُرا ہے

اگر تو ہے تو ہے موجود دنیا
نہیں تو بس یہ اک خالی خلا ہے

بلاؤں سے رہے محفوظ دنیا
مرے ہونٹوں پہ اتنی سی دعا ہے

کیوں اپنے آپ کو ہم دیکھتے ہیں
کوئی کہہ دے ہمیں کیا ہو گیا ہے

اندھیروں میں بھی اب تو ہم نے خود کو
عمر فرحت بہت روشن کیا ہے

ജ൬

بات کو بار دگر رکھ دینا
اپنے ہونے کی خبر رکھ دینا

یہی ہونا تھا یہاں آخر کار
ایک دن اپنا سفر رکھ دینا

ابھی زندہ ہیں لڑائی کے لیے
دشمنوں میں یہ خبر رکھ دینا

کم ہی آتا ہے نظر ایسا سلوک
آنکھ کے سامنے گھر رکھ دینا

ഇ൧

وہ میری پوشاک ہوا
پھر کتنا سفاک ہوا

دشمن بنی زمین کبھی
دوست کبھی افلاک ہوا

پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ
شہر خس و خاشاک ہوا

عرشِ بریں تک پہنچا میں
اور زمیں کی خاک ہوا

ہجر کی شب میں کیا فرحت
یہ دیدہ نم ناک ہوا

ജ്ഞ

کون یہ بن میں رہتا ہے
تُو یا تیرا سایا ہے

یہ جو سیہ پھن سانپ کا ہے
بالکل تیرے جیسا ہے

تیرے کھنڈر جسم کی چھت پر
کس مکڑی کا جالا ہے

میری خشک ندی سے پوچھ
جیون کتنا پیاسا ہے

سورج بے رحم سے کا
مری پسلی سے نکلا ہے

ﷺ

عشق کی جب سرحد میں آیا
میں اپنے اس قد میں آیا

خانۂ دل کھول کے دیکھا تو
جیسے اک مرقد میں آیا

پہلے خود میں خود کو دیکھا
پھر دنیا کی زد میں آیا

ایک اکیلا تھا جو وہ بھی
اک دن حرف صد میں آیا

خالی زمیں تھی میری وراثت
جو تھا سب کچھ جد میں آیا

ﷺ

آسماں ہو کے بھی زمیں ہونا
اک یہی ہے ترے قریں ہونا

ساری دنیا پہ حرف آئے گا
اس قدر بھی نہ تم حسیں ہونا

واقعہ کچھ عجیب لگتا ہے
تیرا آنا مرا کہیں ہونا

اچھے وقتوں کی اک نشانی ہے
دوستوں کا بہت نہیں ہونا

خوش دنوں میں تمہیں عمر فرحت
دیکھا جاتا نہیں حزیں ہونا

میرے دھیان کا بیری نکلا
وہ ہر بات پہ راضی نکلا

وہ اس دنیا کی چوسر پر
ہار کے جیتی بازی نکلا

آنکھیں خشک تھیں خشک رہی ہیں
یہ تو خزانہ خالی نکلا

اور ہی دنیا ڈھونڈتے ہیں اب
یہ جگ تو بس فانی نکلا

میری رگوں کا خون یہ فرحت
میری جان کا بیری نکلا

ဢဨ

زمیں بدل گئی ، فلک بدل گیا
ترے بدن کے آگے دن پگھل گیا

اندھیری رات دیکھتی ہی رہ گئی
وہ ماہتابِ تن ہوا میں ڈھل گیا

عجیب کھلبلی مچائی حرف نے
تمام منظرِ صدا بدل گیا

اسے صدا سنائی دی تھی غیب سے
نکل ہی جانا تھا اسے ، نکل گیا

ꕤ

اب ادھر جامۂ خاک
ہے اگر جامۂ خاک

کتنا روشن ہوا ہے
خاک پر جامۂ خاک

میرا دل ہے جو مٹی
میرا سر جامۂ خاک

آج کل ہے چمکتا
کس قدر جامۂ خاک

اب ہے مظہر لہو کا
یہ سفر جامۂ خاک

ہاں سے بڑھ کر نہیں تو ہونا تھا
آسماں تھا زمیں تو ہونا تھا

وہ مرے دل میں ہو گیا روشن
اس کو ظاہر کہیں تو ہونا تھا

جس پہ رکھنی تھی عشق کی بنیاد
اس پہ میرا یقیں تو ہونا تھا

خاک مَل دی ہمارے چہرے پر
اس کو روشن جبیں تو ہونا تھا

پھول کھلتے نہیں ہواؤں میں
زخم کو تہہ نشیں تو ہونا تھا

دوستی میں عمر نہ تھے محتاط
خطرۂ آستیں تو ہونا تھا

ഇര

کام آئی نہ کچھ دعا بھی
بے خبر تھا مرا خدا بھی

اس پہ کوئی اثر نہیں تھا
اس کو میں نے بہت کہا بھی

بادلوں میں پڑی چمک سی
کھل کے شاید کوئی ہنسا بھی

آنچ پہنچی بہت دلوں تک
جس کو ہونا تھا ہو گیا بھی

اپنے اپنے میں دونوں خوش ہیں
میں ہوں اس کا وہ ہے مرا بھی

꧁꧂

کاغذی پیرہن
یہ تری انجمن

خاک اب ہو گیا
دہر میں ہر سخن

آنکھ ہے آئنہ
عکس ہے زیبِ تن

اک تماشا ہوا
یہ ترا پیرہن

کیا کسی کام میں
لگ رہا ہے یہ من

ﷺ

اس طرح دونوں نے طے رستا کیا
میں اسے اور وہ مجھے دیکھا کیا

چاہتا تھا ہونا خود پر کیا نثار
آئنے میں عکس وہ دیکھا کیا

کر گزرتے ہم برا ، گر چاہتے
ہم نے لیکن جو کیا اچھا کیا

جو ہمارے واسطے نافہم تھا
ہم نے اس کو اور بھی اپنا کیا

ایستادہ ہم رہے اس کی طرف
وہ ہمارے راستے گزرا کیا

ꕤ

ہو نہ سکتا ہو جو اکثر پورا
کر لے وہ آنکھ سے منظر پورا

بات کہنے سے مکمل جو نہ ہو
کر گئے ہیں اسے لکھ کر پورا

اک بھلا ریت کے بہہ جانے سے
کیسے ہوگا یہ سمندر پورا

کرے کوئی مجھے اپنا محکوم
کر دے کوئی مرا اندر پورا

موت کی راہ پکڑ لی ہم نے
یہ گھڑا ہوگیا بھر کر پورا

ജ്ജ

اس کی زباں کا نشتر ہے
میرے اندر باہر ہے

تیری جیب میں زہر ہے کیا
میرے ہاتھ میں ساغر ہے

پیچھے کھائی ہو کہ نہ ہو
آگے مگر سمندر ہے

سطح پہ ظاہر کر ڈالا
جو بھی میرے اندر ہے

وہ ہی تو ہے میرا حریف
جو بھی میرے برابر ہے

اس کا اک اک لفظ عمر
میری جان کے اندر ہے

☙❧

فلک ہو کر زمیں محسوس ہوتے
اگر تم بھی کہیں محسوس ہوتے

نہ ہوتا اس قدر میں دور خود سے
جو اپنے میں یقیں محسوس ہوتے

علامت اپنے اپنے تھے مکاں کی
تو پھر کیا یہ مکیں محسوس ہوتے

ہمیں آئی نہیں خود احتسابی
جہاں ہوتے وہیں محسوس ہوتے

عمر ہوتے تہہ خاشاک و خس ہم
تو کیا تم کو نہیں محسوس ہوتے

ﷺ

دیکھیں وہ ہمارا ہے نہیں ہے
کچھ بھی تو یہاں پہ طے نہیں ہے

ہو اس کا کرم کہ دل کی دھڑکن
کچھ بھی تو پے بہ پے نہیں ہے

کس در پہ رُکے کہاں صدا دے
درویش کا کچھ بھی طے نہیں ہے

کچھ سوچ سمجھ کے ہامی بھرنا
یہ تیرا لہو ہے مے نہیں ہے

تم بول رہے ہو جس میں فرحت
وہ تو کوئی بھی لے نہیں ہے

لفظ با اثر ہوا
شعر معتبر ہوا

ناقۂ جنون کا
دشت سے گزر ہوا

حسرتوں کا اک محل
ٹوٹ کر کھنڈر ہوا

ٹمٹماتے خواب کا
کھیل رات بھر ہوا

کانچ کی زمین پر
زرد اک شجر ہوا

ജ്ഞ

ہیں پرے اب بہت قیود سے ہم
روشنی دیکھتے ہیں دود سے ہم

دیکھتا ہے تو ساری دنیا کو
دیکھتے ہیں بہت حسود سے ہم

ہو رہی ہے بہت کتربیونت
تنگ ہیں اپنے تار و پود سے ہم

خود کو بس چاہنے کی حسرت ہے
کب کہاں ہیں ترے وجود سے ہم

کوئی دیوانہ ہی کرے شاید
کر گزرتے ہیں جو نمود سے ہم

ﮧﮧ

پیش ستم ہے میرا وجود
سر پہ ہے قائم چرخ کبود

فاصلے پر ہیں ہاتھ رکے
پہچانی ہیں اپنی حدود

آنکھیں بھر کر دیکھ لیا
فاضل ہیں یہ ساری قیود

دل نہ سلگتا رہ رہ کر
کہاں سے اٹھتا کالا دود

تجھ سے عشق کی باتیں ہیں
اصل سے بڑھ کر ہے اب سود

ЖОЖ

دھوپ نایاب ہوئی جاتی ہے
چھاؤں بے تاب ہوئی جاتی ہے

پانی دریا میں نہیں ہے لیکن
بستی غرقاب ہوئی جاتی ہے

گر گئی اوس بدن پر کیسی
روح سیراب ہوئی جاتی ہے

میں کسی رات کا سناٹا ہوں
وہ کوئی خواب ہوئی جاتی ہے

برف کیا دُور گری ہے فرحت
ندّی پایاب ہوئی جاتی ہے
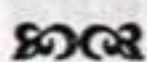
میں نے اس کو دیکھا نہیں تھا
یہ دریا جب صحرا نہیں تھا

کوئی اور تھا سامنے میرے
بات میں اس سے کرتا نہیں تھا

دیکھ رہا تھا اس کی آنکھیں
گھات میں اس کی سمجھا نہیں تھا

عمر گزاری اس دنیا میں
ہم نے کچھ بھی سیکھا نہیں تھا

اپنے بارے میں ہم نے عمر
اتنا زیادہ سوچا نہیں تھا

❀❀

یہ حقیقت ہمارے دھیان میں ہے
ایک دنیا ہی امتحان میں ہے

روبرو اک ترا وجود نہیں
اور کچھ بھی مرے گمان میں ہے

خود ہدف دوڑتا چلا آئے
تیر ایسا مری کمان میں ہے

کیوں یہ ہم کو ڈرائے رکھتا ہے
ایسا بھی کیا اب آسمان میں ہے

دی ہوئی ہے بس اک زمانے کی
یہ جو تلخی مری زبان میں ہے

ഌ

موم کا غم میں پگھلنا ہے بہت
پھر دھواں آج نکلنا ہے بہت

میری آنکھوں کے ہر اک منظر میں
دھوپ کا وقت سے ڈھلنا ہے بہت

کارخانہ یہ تمنا کا ہے
سو مجھے خواب میں ڈھلنا ہے بہت

یہی راہیں ہیں بہت پیچیدہ
انہی راہوں سے نکلنا ہے بہت

ہم یہاں تک چلے آئے تنہا
اب ترے ساتھ بھی چلنا ہے بہت

تیری آنکھوں سے بھی لینی ہیں دعا
اپنے ہاتھوں کو بھی ملنا ہے بہت

یہ زمیں کچھ نہیں آسماں کچھ نہیں
میں وہاں ہوں جہاں یہ جہاں کچھ نہیں

پانیوں میں میسر زمینیں کہاں
خشک دھرتی پہ آب رواں کچھ نہیں

یاد آتی رہی صحبتِ دوستاں
آگ قائم رہے تو دھواں کچھ نہیں

ہم نے مٹی کو پوجا ہے ماں کی طرح
عشق ظاہر ہو تو خاکداں کچھ نہیں

رہنے والے ہی اس میں نہ آباد ہوں
تو کھنڈر کے علاوہ مکاں کچھ نہیں

دم تمھارے سے سب کچھ ہے فرحت عمر
تم نہیں ہو یہاں تو یہاں کچھ نہیں

جسم کو ہونٹ بناؤں گا
تیرا حرف سجاؤں گا

تو پانی بن کر تو دیکھ
میں مچھلی بن جاؤں گا

کل موسم کے پیڑوں پر
نام ترا کھدواؤں گا

اپنی راکھ اُڑا کر میں
اک تصویر بناؤں گا

کسی کواڑ کی اوٹ سے میں
تجھ کو آنکھ میں لاؤں گا

تیرے چاند کے پانی سے
میں سورج چمکاؤں گا

ꕥ

ڈور ہی کیوں نہ ہوں خبر رکھنا
دشمنوں پر ذرا نظر رکھنا

تنگ کرتا ہے دستکوں کا بھوت
کس قدر ہے وبال گھر رکھنا

چھاؤں اس کے بدن کی چومنی ہے
کام عمدہ بہت ہے کر رکھنا

آس لوٹانا مری سلیقے سے
تم سے ممکن نہ ہو اگر رکھنا

یہ ضروری ہے اس کی چاہت میں
عمر بھر خود کو بے خبر رکھنا

ہر گھڑی آرزو پیالے کو
فرحت اپنے لہو سے بھر رکھنا

ﷻ

الٹی تصویر پہن کر نکلے
اپنی تقدیر پہن کر نکلے

اس کو دیکھا تھا بہت آنکھوں نے
خواب تعبیر پہن کر نکلے

فصلِ گل آگئی تو پاؤں میں
ہم بھی زنجیر پہن کر نکلے

شعر ہم نے بھی بہت لکھ ڈالے
کیسی تشہیر پہن کر نکلے

ہر طرف اپنی علمداری ہے
کیسے یہ تیر پہن کر نکلے

ساتھ دینے کو بہتر کا عمر
ہم بھی شمشیر پہن کر نکلے

☙❧

کتنی زنجیر بپا ہیں آنکھیں
ایک اندھے کی دعا ہیں آنکھیں

پوچھ لو خواب کی سرگوشی میں
کیوں بھلا مجھ سے خفا ہیں آنکھیں

میری خوش قسمتی اب کیا ہوگی
مطمئن مجھ سے سوا ہیں آنکھیں

اک جہاں ان میں سمٹ آیا ہے
کس قدر حشر بپا ہیں آنکھیں

ایک دو بوندوں کی اب بات ہے کیا
جو برس جائیں گھٹا ہیں آنکھیں

کہے دیتی ہیں دلوں کی باتیں
سن سکو ایک صدا ہیں آنکھیں

ജ്ഞ

ہے جو پردہ اسے ہٹا سائیں
ایک دن میرے پاس آ سائیں

میرا ہونے میں مجھ کو دیر ہے کیوں
میں تیرا کب کا ہو گیا سائیں

اس زمانے کے کارناموں سے
کب کسی کا بھلا ہوا سائیں

یہ فضیلت نہیں تو پھر کیا ہے
میرا مجھ سے ہے سامنا سائیں

وقت کا یہ بڑا تقاضا ہے
کوئی جلوہ ذرا دکھا سائیں

جس طرح ہو سکے گزار ذرا
ایک دن تو بھی مجھ کو ہار ذرا

اپنے ہونے سے کر دے اب انکار
بوجھ گردن سے یہ اُتار ذرا

جو ڈبونا ہے تو ڈبو دے مجھے
جو لگانا ہے لگا دے پار ذرا

اب مرے دل کے تازہ زخموں کی
دیکھ لے تو کبھی بہار ذرا

کسی حالت میں بھی انا کا عمر
مجھ کو ہونا نہیں شکار ذرا

ဢဢ

یہ جو اندر سے گرتا رہتا ہے
یہ مرے تن کا ایک حصہ ہے

پھول کھلتے ہیں اس زمیں پہ مگر
نیچے لاوا پگھلتا رہتا ہے

اُسے دیکھا نہیں کسی نے مگر
ہو بہو وہ تمھارے جیسا ہے

آ، ذرا مجھ میں جھانک کر تو دیکھ
کوئی تجھ سا بدن میں رہتا ہے

ٹوٹے صوفے کے نیچے اے فرحت
توشۂ غم چھپا کے رکھا ہے

ﮩﮧ

میرا دشمن ٹھہرا ہے
یوں بھی موسم گزرا ہے

دونوں کے چہرے ایک سے ہیں
وہ بھی میرے جیسا ہے

میرے شہر کی گلیوں میں
کیوں اتنا سناٹا ہے

سارے جنگل ہرے ہوئے
کتنا پانی برسا ہے

حیرانی ہے اس کا دکھ
میرے دُکھ کے جیسا ہے

اپنی ساری باتوں کو
وہ مجھ سے کہہ دیتا ہے

میں بھی تنہا ہوں فرحت
وہ بھی شاید تنہا ہے

☙❧

ہے شروع گماں جا بہ جا
یہ مری داستاں جا بہ جا

کچھ چمکتے ہیں اب دائرے
کچھ ہے روشن یہاں جا بہ جا

بات کرنی ضروری نہیں
قید ہے یہ زباں جا بہ جا

مردہ ہونے لگی ہے زمیں
زندہ ہے آسماں جا بہ جا

جانے کس کی یہ زد میں رہا
ہے شکستہ مکاں جا بہ جا

ﷺ

حالانکہ میرے قد کے برابر نہیں ہوا
یہ میرا گھر کبھی بھی منور نہیں ہوا

اب یہ بھی اتفاق سے ممکن ہوا نہ ہو
اکثر وہی ہوا ہے، جو اکثر نہیں ہوا

اتنا بہت تھا دہر میں اک احتیاط سے
اندر جو تھا الاؤ وہ باہر نہیں ہوا

یہ اور بات دل پہ تھا اک اختیار کم
ثابت ہوا وہی جو کہ کٹ کر نہیں ہوا

ﷺ

اس میں کیا دلیل ہے
ایک سنگ میل ہے

ہنس کے توڑ دے اسے
درد کی فصیل ہے

شہرتوں کے واسطے
پیاس ہی سبیل ہے

دیکھتے ہیں ہر طرف
کیا کوئی عدیل ہے

جس کا نام ہے عمر
وہ بھی بے قبیل ہے

عشق کی جب ترسیل ہوئی
دنیا کی تکمیل ہوئی

بات تو ہے یہ سوچنے کی
وہ کیسے تبدیل ہوئی

اُڑ گئے یادوں کے سرخاب
خشک آنکھوں کی جھیل ہوئی

اس کے بدن میں ڈوب گئے
یہ کیسی تکمیل ہوئی

دل میں ساری عمر چبھی
عشق ہوا یا کیل ہوئی

کیا تجاوز ہے دل نے
میرے خلاف اپیل ہوئی

ജ്ജ

عشق میں کچھ اگر نہیں ہوتا
ہم پہ کوئی اثر نہیں ہوتا

کبھی مرنا بھی زندگی سا ہے
جینا بھی عمر بھر نہیں ہوتا

ہم نے ہر طرح کوششیں کر لیں
اس پہ کوئی اثر نہیں ہوتا

اس سے ملنے کا فائدہ کیا ہے
وہ کبھی بھی تو گھر نہیں ہوتا

چاند اس کو کہیں تو کیسے کہیں
وہ کبھی بام پر نہیں ہوتا

کیسے ہوگی گزر بسر تنہا
کاٹتا ہے مجھے یہ گھر تنہا

ٹوٹ کر خاک ہوتی جاتی ہیں
یہ اُمیدیں زمین پر تنہا

برف باری ہوئی ہے کیا شب بھر
پتے تنہا ہیں اب شجر تنہا

منتظر ہے مری محبت کی
دیکھتی ہے جو وہ نظر تنہا

ساری دنیا ہے اس میں اب شامل
مجھ کو ہوتی نہیں خبر تنہا

اک قیامت سے کم نہیں تھا عمر
طے کیا زیست کا سفر تنہا

مجھ میں بھی ظہور کر
کام یہ ضرور کر

بخش مجھ کو روشنی
اور اندھیرا دور کر

دیکھ لے شباہتیں
آئنوں کو چور کر

شعر کہہ کچھ اس طرح
عکس کو شعور کر

عشق کو زبان دے
بات کو زبور کر

☙❧

اے دل بے قرار اور بس
انتظار، انتظار اور بس

ایک دنیا مرے روبرو
پاؤں بے اختیار اور بس

اک تری روشنی ہر طرف
اک مرا اختیار اور بس

نرغۂ غیر میں بھی ہوں میں
نرم خو بے شمار اور بس

کیسی توقیر ہے یہ عمر
اس پہ یہ انحصار اور بس

لفظ نکلے مری زبان سے کم
اس نے دیکھا ہے آسمان سے کم

میں گرفتار تیرے عشق میں ہوں
یہ تو ٹھہرا مرے بیان سے کم

پتے گرتے رہے چناروں کے
آگ برسی ہے آسمان سے کم

ہم پہ کوئی نظر نہیں اٹھی
ہم ہیں شاید ترے جہان سے کم

ہو گئے اس کے عشق میں خالی
سودا نکلا بہت دکان سے کم

کوئی پہچانتا نہیں فرحت
تم تو نکلے ہو آن بان سے کم

ꕥ

اب سرابوں کا سلسلہ بھی نہیں
کوئی تجھ سے ہمیں گلہ بھی نہیں

بندشیں ہیں غضب کی بستی پر
دُور تک کوئی داخلہ بھی نہیں

ہم ترے واسطے ہی زندہ رہیں
اس قدر ہم میں حوصلہ بھی نہیں

غور سے دیکھ لو ہمارے سوا
درمیاں کوئی فاصلہ بھی نہیں

ایک پسپائی ہے بس اس کے سوا
سوچ لو کوئی راستہ بھی نہیں

سب قسطوں میں پورا کیا
جو جیون تھا ادھار لیا

ہم نے دہر سے باتیں کیں
ہم نے بھی یہ زہر پیا

تیرے ہجر کے لمحوں میں
بدن کا کتنا چاک سیا

دے ڈالا یہ دل اس کو
جو کرنا تھا وہی کیا

رکھ لیا تن میں اس کا غم
اک چڑیا کو دانہ دیا

اس عشق میں جو بھی مر گیا ہے
کہتے ہیں لوگ کہ گھر گیا ہے

جو تجھ کو دیکھ کے آتا ہے
کب کا وہ نشہ اُتر گیا ہے

ڈھونڈو وہ شاخ پہ تنہا تھا
آخر وہ پتہ کدھر گیا ہے

جنوری میں جمے ہوئے تن پر
جون بھی اب بے اثر گیا ہے

دل میں رکھو گے کتنے خواب
یہ سانچہ بھی تو بھر گیا ہے

وقت وہ آگیا
ہو گئی انتہا

خاتمے پر ہیں ہم
اب کہاں ابتدا

وہ تھا سب لازمی
جو ہوا جابجا

آئنہ عکس ہے
عکس ہے آئنہ

جو کہ تھا آنکھ میں
ہوگیا وہ ہوا

ഇ൪

میں اس کا مجذوب ہوا
یہ ہونا بھی خوب ہوا

اس دل میں جتنا غم ہے
سب اس سے منسوب ہوا

توڑ دیا دنیا نے اسے
جو میرا محبوب ہوا

میں نے انا کو زیست کیا
میں خود ہی مصلوب ہوا

ജ്ഞ

اور زیر پا ہوئی
یہ زمیں بھی کیا ہوئی

بات کم سبھی سے ہے
اچھی یہ انا ہوئی

لطف عشق میں نہ تھا
زندگی بلا ہوئی

بن طلب حیات تھی
بے سبب دعا ہوئی

چاندنی کی چھاؤں میں
نیند تیری کیا ہوئی

خود اپنے کو تسخیر کریں
اے عشق تجھے تصویر کریں

مرنے کے کنارے بیٹھے ہیں
اور کتنی اب تاخیر کریں

زندگی لکھ دیں، اس کے نام
اب کچھ تو یہاں تحریر کریں

ہم نے انہیں ہنستے دیکھا ہے
اس خواب کی کیا تعبیر کریں

بازار بدل دیں پل بھر میں
جو کرنی ہے تشہیر کریں

سب فاصلے دل کے مٹا ڈالیں
ان رشتوں کو زنجیر کریں

ﷺ

سب لوگوں پر ایمان نہ رکھ
ان باتوں پر تو کان نہ رکھ

اب دوست سے تو امید نہ کر
اب جیب میں تو نقصان نہ رکھ

کچھ حوصلوں کو بھی کام میں لا
اس مٹھی میں طوفان نہ رکھ

جو تجھ کو بوجھل ہو محسوس
دل میں اتنا ارمان نہ رکھ

یہ دنیا ہے اس پر فرحت
اتنا بھی اطمینان نہ رکھ

ꕥ

تتلی جیسی لڑکی ہے
کانٹوں میں گھر جاتی ہے

بادِ صبا چپکے سے گزر
اوس پہ خوشبو سوئی ہے

سبز سنہرے پانی میں
وہ جادو کی مچھلی ہے

کیا مرنا ہے اُس کو بھی
کیا یہ سپاہی زخمی ہے

کس دیوی کی یاد میں آج
جھانکی گزرنے والی ہے

سرخ پہاڑوں پہ یہ برف
سبز رُتوں میں پگھلی ہے

ﷺ

ہم اسی آرزو میں نکلے تھے
غیر جو تھے وہ سب ہی اپنے تھے

کچھ تو نکلے ہوئے تھے باہر، کچھ
اپنے اپنے گھروں میں سوئے تھے

بات تجھ سے نہ ہو سکی لیکن
ہم ترے پاس ہی تو بیٹھے تھے

ان کو اپنی پڑی ہوئی تھی بہت
عرش پر چند لوگ رہتے تھے

وہ بھی دن تھے کبھی عمر فرحت
کس قدر تجھ سے روٹھے رہتے تھے

کچھ بھی زیب نظر نہیں لگتا
اپنا گھر اپنا گھر نہیں لگتا

اب سبھی سے نظر ملاتے ہیں
اب کسی سے بھی ڈر نہیں لگتا

یہ انا کا کہیں تقاضا نہ ہو
اس کے قدموں میں سر نہیں لگتا

کچھ طبیعت ہی اپنی ایسی ہے
دشت بھی پُرخطر نہیں لگتا

تم یونہی شور کرتے رہتے ہو
دل تمھارا کھنڈر نہیں لگتا

ھھ

سرخیِ اخبار کم
درد کی دیوار کم

وائے اے لاحاصلی
اترے ہم اس پار کم

سر پھرے ملتے نہیں
تیز ہے بازار کم

وہ بھی عجلت میں رہے
ہم بھی تھے ہشیار کم

آج پہلے سے بہت
ہم کو ہے آزار کم

ﷺﷺ

مانا کہ شرارت ہے
اک تم سے شکایت ہے

ہم دونوں ہی شامل ہیں
یہ کیسی حکایت ہے

بس آپ کے ہی جیسی
اب اس کی شباہت ہے

ہم سے ہے وہ اب ظاہر
جو شخص قیامت ہے

ہم خود سے ہیں نادم
شاید یہ محبت ہے

꧁꧂

زمانے بھر سے یاری ہو رہی ہے
محبت کاروباری ہو رہی ہے

پڑے ہیں اس کے در پر بے تعلق
یہ کیسی شہریاری ہو رہی ہے

ہماری سادہ لوحی کام آئی
غلط کچھ اپنی باری ہو رہی ہے

محبت دل کی مجبوری ہے لیکن
یہ مجبوری تو بھاری ہو رہی ہے

یہ کیسی مصلحت میں جی رہے ہیں
جوانی اختیاری ہو رہی ہے

کوئی پل چین ہوتا ہی نہیں ہے
یہ کتنی بے قراری ہو رہی ہے

ᘓᘐ

لفظ کوئی زبان سے نکلا
تیر جیسے کمان سے نکلا

اس بھری دھوپ میں کوئی سایہ
وقت کے سائبان سے نکلا

حسبِ معمول میرا دشمن بھی
اپنوں کے درمیان سے نکلا

فرحت آنکھوں نے لے لیا ہے جوگ
رنگ کیا میری جان سے نکلا

جب بھی خود سے بات ہوئی
کامل میری ذات ہوئی

اس کا سایہ پڑا مجھ پر
روشن مری اوقات ہوئی

اک لمحے میں جان گئی
اک پل اس سے بات ہوئی

اس نے ہنس کر ٹال دیا
یہ تو عجب سی گھات ہوئی

آگئے اپنی ہی باتوں میں
خود کی ایسے مات ہوئی

ﷺ

دل تو ہے بے حساب پیچیدہ
میرے ہیں سارے خواب پیچیدہ

جس قدر تھا سوال سادہ سا
ہم نے رکھا جواب پیچیدہ

اس سے کیا ہم نکالتے مطلب
عمر کے تھے ثواب پیچیدہ

اب اسے اتفاق کہہ لیجئے
حل ہے آسان خواب پیچیدہ

یہ ہماری ہے جان کا دشمن
شعر کا انتخاب پیچیدہ

؎؎؎

ایک انوکھا منظر یاد آتا ہے
آنکھیں کھلی ہوں تو گھر یاد آتا ہے

دن بھر دنیا کے جھمیلے رہتے ہیں
پھر تو مجھ کو شب بھر یاد آتا ہے

کوئی تعلق ان دونوں میں ہے ضرور
پتھر دیکھوں تو سر یاد آتا ہے

جب بھی دیکھتے ہیں اس دنیا کی طرف
کیسا اَن دیکھا ڈر یاد آتا ہے

جو ہے پرانا وہ تو یاد نہیں اب
جو ہے تازہ اندر یاد آتا ہے

سامنے ہے فرحت اپنا بکھراؤ
شاید اسی لیے گھر یاد آتا ہے

صدیوں کی بیمار پڑی
دنیا سدا کی خوار پڑی

دل سے شرمندہ ہیں اب
عشق میں ایسی مار پڑی

ایک انا کی یہ سازش سے
بیچ میں کیا دیوار پڑی

چکنا چور ہوئے سب خواب
یہ کیسی سرکار پڑی

کون خریدے اب اس کو
دنیا ہے بازار پڑی

زیست میں سب سے مختصر رہنا
تجھ کو خود کا ہے ہم سفر رہنا

ایسے گزرے گی کب گزارے سے
حادثوں سے نہ بے خبر رہنا

ایسا دیکھا نہ غم پرست کوئی
جس کو ہو پانیوں میں تر رہنا

شوقِ نقل مکانی تھا سو دل اب!
عمر بھر یونہی دربدر رہنا

ہم سے بس پوچھیے کہ کیسا ہے
جلتے صحرا میں اک شجر رہنا

ജ്ഞ

سار ی دنیا سودائی ہوئی
کیا کیا عالم آرائی ہوئی

زخم پرندے سہلاتے ہیں
رت لگتی ہے پتھرائی ہوئی

فصل لہو کی ہوئی ہے روشن
اس کوچے میں رسوائی ہوئی

بادل نے اس سے رنگ لیا
جو آنکھیں ہیں کجرائی ہوئی

زخموں کے طلسم بھی ٹوٹ گئے
روشن جو مری تنہائی ہوئی

یہ اس کے فراق کی زرد ہوا
پھرتی ہے بہت گھبرائی ہوئی

آنکھ سے آنکھ کی دوری ہے
یہ کیسی مجبوری ہے

میں ہی فقط ادھورا ہوں
اور یہ دنیا پوری ہے

سینہ تان کے چلتے ہو
سر کا کتنا ضروری ہے

اپنی ہی خوشبو پہ فدا
وہ جو اک کستوری ہے

اس کے در دُنیا ساری جاتی ہے
ایک لمبی قطاری جاتی ہے

آؤ ہم تم کو یہ بھی سکھلا دیں
کس طرح آنکھ ماری جاتی ہے

میں عجب مخمصے میں ہوں کہ یہاں
دل ہے رہنا تو یاری جاتی ہے

تم کو اس کی خبر نہیں ہوتی
جان لیکن ہماری جاتی ہے

وہ بھی ہوتا ہے لمحہ آنکھوں سے
آرتی جب اتاری جاتی ہے

ﮩﮨ

بس یہی دیکھنے نکلتے ہیں
راستے آنسوؤں سے بھیگے ہیں

اتنا ہنستے نہیں ہیں خود پہ کبھی
جتنا اک دوسرے پہ روتے ہیں

اور کیا کیا اٹھانا ہوتا ہے
اپنی بس راکھ ہی اٹھاتے ہیں

گھر سے باہر ہو رونما نیا کچھ
بس اسی آس میں نکلتے ہیں

ജ്യ

قریۂ تاراج سے
ہم ہیں تیرے آج سے

تنگ آئے ہیں بہت
ہم تمہارے راج سے

دل نہیں روشن اگر
فائدہ کیا تاج سے

سبز آنچل کی قسم
سرخ ہے وہ لاج سے

سائے سے کیا دوستی
فائدہ محتاج سے ؟

ജ◯ര
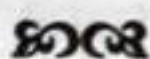
حسن کی دکان سے
سب ہوا گمان سے

خامشی کو توڑ کر
کیا ملا بیان سے

اک تعلق ہوگیا
میرا آسمان سے

نکلا اک ہجوم سا
اب مرے مکان سے

کچھ ہمیں نہ مل سکا
لشکری زبان سے

꧁꧂

دوست دنیا کو بنایا ہم نے
اک اذیت کو ہٹایا ہم نے

ٹوٹی پھوٹی تھی مگر دنیا کو
کتنا آباد دکھایا ہم نے

ان سے کہنے کے لئے دل کی بات
کوئی انداز نہ پایا ہم نے

آسماں سے جو کبھی اُترا ہو
وہ زمیں زاد نہ پایا ہم نے

تیری معمولی سی ان باتوں کو
قابل شعر بنایا ہم نے

تیری یادوں کو کیا ہے آباد
دل میں اک شہر بسایا ہم نے

اس سے مل کر اداس ہونے کو
جی بہت چاہتا ہے رونے کو

سر جھکاتے نہیں انا والے
بات سمجھائے کوئی بونے کو

حرف آیا لبوں پہ ملنے کا
وقت آیا کسی کا ہونے کو

عشق میں اب متاعِ جاں کے سوا
پاس کچھ بھی نہیں ہے کھونے کو

دل کو دیکھو سنبھال کے کیسے
ہم نے رکھا ہے اس کھلونے کو

جانے کب سے اداس بیٹھا ہے
وہ ہماری طرح اکیلا ہے

کس طرح پوری ہوئی [illegible]
زندگی اک طلب کا صحرا ہے

اس کو چاہا ہے چاہنے کی طرح
دیکھنے کی طرح ہی دیکھا

درد کیا چیز ہے عمر فرحت
مجھ کو اپنی زباں میں کہنا ہے

ꕥ

خواب کی تجارت کی
ہم نے بھی محبت کی

موج کو ڈبونا تھا
سر پھری نے عجلت کی

اپنے ہونٹ ہی چاٹے
گرمی تھی وہ شدت کی

ہم نے کب پسارے ہاتھ
اس نے کب عنایت کی

ﷻ

کچھ محبت کی بے خودی رہتی
ان اندھیروں میں روشنی رہتی

میں یہاں پر کسی کا ہو جاتا
کاش دنیا کبھی مری رہتی

خون اس میں نہ گر بھرا ہوتا
بے وجود اپنی شاعری رہتی

کاش تم میرے ہوگئے ہوتے
کاش دنیا ہری بھری رہتی

جتنے بھی ہیں لکھے باب اس کے
آنکھیں میری ہیں خواب اس کے

زخم نہ دل کے ہو جائیں ٹھیک
ڈھل نہ جائیں آفتاب اس کے

جواب ہم سے نہ بن پڑا کچھ
سوال تھے بے حساب اس کے

ہم ذات میں اپنی دریا ہیں
دیکھے ہیں بہت سراب اس کے

8003

اک اپنا لہو ہی پی بیٹھے
جتنا جینا تھا جی بیٹھے

چاکِ گریباں سینے سے پہلے
ہم چاکِ گریباں سی بیٹھے

کب عشق کیا، کب چھوڑ دیا
کب مر بیٹھے، کب جی بیٹھے

جب چلنا تھا تب چلتے رہے
جب بیٹھنا تھا تب ہی بیٹھے

تھی اس سے انا کی توقع یہی
وہ سامنے اپنے بھی بیٹھے

ജ്ഞ

سارا عالم پکارتا ہے ہمیں
کوئی بتلائے کیا ہوا ہے ہمیں

اپنے ہونے یہاں نہ ہونے کا
کیا تماشا دکھا رہا ہے ہمیں

تم نے جو ہجر میں جلایا تھا
وہ دِیا تو سلا چکا ہے ہمیں

تم نے دہلیز سے اٹھایا ہے
اب بھلا کون پوچھتا ہے ہمیں

موت کا ہے بلاوا یا فرحت
کوئی دریا بلا رہا ہے ہمیں

ꕤ

جو دنیا پہچانتے ہیں
وہ کب خود کو مانتے ہیں

ہم پہ نہیں جو اس کی نظر
ہم بھی کہاں گردانتے ہیں

چل ہٹ اب چہرہ نہ دِکھا
ہم تجھ کو پہچانتے ہیں

دیکھتے رہتے ہیں اس کو
اس کا کہا کب مانتے ہیں

دیکھ ہماری معصومی
ریت ندی میں چھانتے ہیں

دو شعر

آنکھ پر بار ہے تماشا اب
چھین لے حسرتِ نظارہ اب

آخر کار خود کے بارے میں
جس طرح سوچنا تھا سوچا اب

ജ്ജ

زمیں زاد

ادب خلا میں پیدا نہیں ہوتا۔ شاعر لاکھ کہے کہ 'آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں'، لیکن اگر پہلے سے تحریر کا وجود نہ ہو تو کوئی کتنا زور مارے کچھ نہیں لکھ سکتا۔ اس کی ایک تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاعری دراصل وجدانی اور لاشعوری عمل ہے۔ جو کچھ شاعر کے ذہن میں آتا ہے وہ خیال یا معنی کی ایک دھندلی جھلک ہوتا ہے۔ جو چیز اس کو موجود یا متن بناتی ہے وہ زبان ہے۔ اگر زبان نہ ہو تو تحریر کیسے لکھی جائے گی۔ دوسرے لفظوں میں اگلوں نے جو کچھ لکھا ہے ہر متن اس پر اضافہ ہے۔ شاعر جس زماں یا جس ادبی روایت میں پلا بڑھا ہے یا جن کے اثرات کے تحت اس کا ذہن و شعور مرتب ہوا ہے، وہ لکھے گا اسی ادبی روایت کے اندر۔ کوئی فن پارہ اپنے ثقافتی نظام سے باہر آج تک لکھا گیا ہے نہ لکھا جا سکتا ہے۔

عمر فرحت بھی اسی قبیل کے شاعر ہیں۔ استعارہ اور ایمائیت ان کا بنیادی وصف ہے۔ وہ ہر مضمون کو ایک نیا تخلیقی سفر بنانے کی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کا ذہن اور تخیل خوب سے خوب تر کی طرف گامزن رہتا ہے۔ عمر فرحت کی غزلوں میں ایک نیا شعری آہنگ بھی رواں دواں رہتا ہے اور اپنی معنویت کو آشکار کرنے کی جستجو کرتا ہے۔ تخلیقی سطح پر اس کی تفہیم و تعبیر سے یہ نمایاں بھی ہے۔ عمر فرحت اپنے منفرد آہنگ سے ایک خاص ذائقہ کا احساس کرواتے ہیں کیونکہ ان کی زیادہ تر شاعری معنی جوئی کی سعی سے عبارت ہے۔ اردو کا پودا بھی کیا خوب پودا ہے کہ راجوری ہو یا پہاڑیاں، وادیاں ہوں یا دشت و بیاباں، اردو ہر فضا اور ہر ماحول میں پھلتی پھولتی رہتی ہے، وہ عمر فرحت جیسے تازہ کار شاعروں کی کوشش اور محبت سے ظاہر ہے۔ میں ان کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔

گوپی چند نارنگ

ISBN 978-81-941633-4-3

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
New Delhi . INDIA